دل کی بات		مدیر

نئی حکومت، پرانے مسائل

انتخابات کی گہما گہمی اور ہماہمی بھی ختم ہوئی۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) دو بڑی جماعتیں بن کر ابھریں۔ نئی قومی اسمبلی وجود میں آئی اور پیپلز پارٹی کے سید یوسف رضا گیلانی نے ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت وزارتِ عظمٰی کا حلف اٹھایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ انھوں نے پرویزی آئین کے تحت حلف نہیں اٹھایا۔ آٹھ سالہ لادین آمریت سے تو قوم کو نجات مل گئی لیکن مردِ آمر صدر پرویز سے ابھی تک ملک و قوم کو نجات نہیں ملی۔ پیپلز پارٹی نے مسلم لیگ (ن) اے این پی اور جمعیت علماء اسلام کے تعاون سے مخلوط حکومت قائم کی ہے۔ یہ ایک تلخ تجربہ ہے۔ ۱۹۷۳ء میں بھی جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے مخلوط حکومت بنائی تھی۔ تب کہا گیا تھا کہ:

مفتی ، بھٹو ، خان ولی
مل بیٹھے تو ناؤ چلی

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ......

حضرت مفتی محمود کی صوبہ سرحد کی وزارت اعلیٰ ختم کر دی گئی، ارباب سکندر خلیل کو گورنری سے ہاتھ دھونے پڑے اور عطاء اللہ مینگل کو بلوچستان کی وزارتِ اعلیٰ سے محروم کر دیا گیا۔ نیپ کی قیادت غداری کے مقدمے میں پابندِ سلاسل کر کے پارٹی خلافِ قانون قرار دے دی گئی۔ اب کہ ۲۰۰۸ء ہے اور مخلوط حکومت کے تجربے کو ایک بار پھر دہرایا جا رہا ہے۔ نواز شریف، اسفند یار ولی اور مولانا فضل الرحمٰن نئی حکومت کے اتحادی ہیں۔ اللہ کرے یہ اکٹھے رہیں اور ۱۹۷۳ء والی صورت حال سے دوچار نہ ہوں۔ کہنے والے تو ابھی سے کہہ رہے ہیں کہ ''یہ کمپنی چلتی نظر نہیں آتی''

دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے قائد ایوان منتخب ہونے کے بعد پہلا اعلان معزول چیف جسٹس افتخار چودھری اور دیگر قید ججز کی رہائی کا کیا۔ اس اعلان کا پارلیمنٹ نے جس طرح خیر مقدم کیا وہ تاریخی لمحہ پوری دنیا نے دیکھا اور بقول وزیر اعظم گیلانی ''یہ تاریخی لمحہ خیرات میں نہیں ملتا۔'' ''گو مشرف گو'' کے نعرے سب نے سنے لیکن صدر پرویز ابھی تک سننے سے انکاری ہیں۔ آخر کب تک وہ انکار کریں گے۔ انھیں نوشتۂ دیوار پڑھ کر رختِ سفر باندھ لینا چاہیے۔ ایسے گرما گرم سیاسی ماحول میں دو امریکی وزرائے خارجہ نیگرو پونٹے اور رچرڈ باؤچر بھی ''پرویز بچاؤ ایجنڈا'' لے کر پاک سرزمین پر

آدھمکے ہیں جو صدر، وزیراعظم، آصف زرداری، نواز شریف اور دیگر شخصیات سے باری باری مل کر انھیں اس بات پہ قائل کرنے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں کہ صدر پرویز اور پاکستان ایک ساتھ ناگزیر ہیں۔ لیکن بہ ظاہر انھیں تا حال کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں ملی۔ سب نے ایک ہی جواب دیا کہ یہ تمام امور پارلیمنٹ میں طے ہوں گے۔ یہ ایک مضبوط موٴقف ہے جس سے ملک کی سلامتی اور وقار وابستہ ہے۔

وزیراعظم گیلانی نے اپنی پارلیمنٹ کی تقریر میں بالوضاحت فرمایا کہ ''میثاقِ جمہوریت'' اور ''معاہدۂ مری'' کی پابندی اور پاسداری کی جائے گی۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر شاید مستقبل میں ریاستی ادارے مستحکم ہو جائیں اور سیاسی جماعتوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو جائے۔

نئی حکومت کو صدر پرویز اور اُن کے پیدا کردہ پرویزی مسائل ورثے میں ملے ہیں جو ایک بڑا چیلنج ہیں۔ عدلیہ کی آزادی، معزول ججوں کی بحالی، کمر توڑ مہنگائی، بے روزگاری کا سیلاب، خودکش دھماکے، سرحد و بلوچستان میں فوجی آپریشنز، ملک کے داخلی و خارجی معاملات میں کھلی امریکی مداخلت اور وزیرستان و وانا کے بے گناہ عوام پر امریکی و نیٹو فورسز کے حملے، پاکستان پر مسلط کردہ فرضی جنگ، امریکی حمایت پر مشتمل خارجہ پالیسی، امریکی حکومت کے پاکستانی حکمرانوں سے گیارہ مطالبات، دہشت گرد اور دہشت گردی، جامعہ حفصہ کی سینکڑوں معصوم بیٹیوں کا بے گناہ قتل، اسلام آباد میں مساجد و مدارس کو مسمار کرنا اور ایسے ہی بے شمار پرانے مسائل نئی نویلی جمہوری، عوامی، مخلوط حکومت کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑے ہیں۔ مسٹر پرویز کی صدارت اور پرویزی مسائل سے نجات حاصل کرنا موجودہ حکومت کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین کا تحفظ، آئین کی تمام اسلامی دفعات کا تحفظ، عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور قانون امتناعِ قادیانیت کا تحفظ، ریاستی اداروں میں قادیانیوں کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کا خاتمہ، یورپی ممالک کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی مذمت، امریکی صدارتی امیدوار جان میکین کی طرف سے اسلام کو ختم کرنے کے ناپاک اعلان کی مذمت، آئین میں دی گئی مدت کے مطابق ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ، اسلامی نظریاتی کونسل جیسے آئینی ادارے کی فعالیت اور تجاویز پر عمل درآمد پیپلز پارٹی اور اس کی اتحادی جماعتوں کی حکومت کی ترجیح ہونی چاہیے۔ اگر نئی حکومت پرانے مسائل حل کرنے میں خدانخواستہ ناکام ہوگئی تو یہ ملک و قوم کی بدنصیبی ہوگی اور تازہ بہار سے صرف حکمران ہی لطف اندوز ہو سکیں گے۔ قوم کے لیے تو وہی رات دن ہوں گے:

پھر بہار آئی ، وہی دشت نوردی ہو گی
پھر وہی پاؤں ، وہی خارِ مغیلاں ہوں گے